Daya Shankar Naseem ki Masnavi 'Gulzar-e-Naseem' ka Tanqeedi Jayeza

B.A Urdu (Hons), part-iii, paper-vii

پنڈت دیاشنکر نسیم لکھنؤ کے نواب سعادت علی خاں کے عہد ۱۲۲۶ھ مطابق ۱۸۱۱ء میں پیدا ہوئے۔ ایام شباب میں غازی الدین حیدر کا عہد اقتدار دیکھا۔ مثنوی ''گلزار نسیم'' نصیر الدولہ محمد علی شاہ کے عہد یعنی ۱۲۵۴ھ میں مکمل کی۔ اس مثنوی کی تصنیف کا کوئی اور سبب نہ تھا سوا اس کے اہل دلی کے مقابلے میں زبان وبیان کا کمال دکھلایا جائے۔ دوسرا مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ متعلقہ عہد کے ارباب شوق کو ذہنی تفریح کا وسیلہ فراہم کیا جائے۔ اس کا قصہ عزت اللہ بنگالی کے فارسی قصے سے ماخوذ ہے۔ جسے اس نے ۱۷۲۲ میں لکھا تھا۔ پنڈت دیاشنکر خود کشمیری برہمن تھے لیکن مسلم تہذیب سے وہ اس طرح وابستہ ہوگئے تھے کہ اسلامی کلچر کا پورا اثر ان پر موجود تھا۔ چونکہ نسیم نے عیش ونشاط کی فضا میں پرورش پائی تھی، اس لیے اس مثنوی میں لکھنوی تہذیب کے واضح نقوش موجود ہیں۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتحپوری:

> ''حقیقت یہ ہے کہ لکھنوی دبستان شعر کی یہ پہلی طویل نظم ہے جو مثنوی اور قصہ دونوں کے فن پر بڑی حد تک پوری اترتی ہے۔ اس میں کردار نگاری، جذبات کی مصوری اور تسلسل بیان کی کم وبیش وہ سبھی خوبیاں موجود ہیں جو ایک افسانوی مثنویوں کے لیے ضروری خیال کی جاتی ہیں لیکن اس کی دل کشی کا راز دراصل اس کی رنگین بیانی، معنی آفرینی، کنایائی اسلوب، لفظی صناعی اور ایجاز نویسی میں پوشیدہ ہے۔''
>
> (اردو شاعری کا فنی ارتقا، ۱۹۹۴ء، ص: ۱۹۳)

تاج الملکو اور بکاولی کی یہ عشقیہ منظوم داستان، قصے کی کوئی خاص دلچسپی نہیں رکھتی۔ طبعزاد قصہ لکھنے کی جگہ ایک مقبول عام داستان کو منظوم کرنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ اس قصے کے بہانے، معاشرے کی مصوری کی جائے۔ قصے کے مختلف مراحل میں لطف و سرور فراہم کرنے کا میلان اس لیے نمایاں ہے۔ پھولوں باغوں اور حسینوں کے تذکرے، اسی لیے بکثرت ملتے ہیں۔ بکاولی کے عالم خوب کا ایک منظر ملاحظہ ہو:

پردہ جو حجاب سا اٹھایا
آرام میں اس پری کو پایا
بند اس کی وہ چشم نرگسی تھی
چھاتی کچھ کچھ کھلی ہوئی تھی
سمٹی جو محرم اس قمر کی
برجوں پر سے چاندنی تھی سر کی
لپٹے تھے جو بال کروٹوں میں
بل کھا گئی تھی قمر لٹوں میں

یہ اشعار اس کی نشاندہی کرتے ہیں کہ شاعر نے ذہنی تعیش، فراہم کرنے کے مقصد ہی کو پیش نظر رکھا ہے۔ عیش و نشاط کے ماحول کو لطف لے لے کر بیان کرنے کا مفہوم ہی یہ کہ پڑھنے والوں کو ذہنی سکون و سرور فراہم کیا جائے۔ تاج الملوک اور بکاولی کے وصل کے واقعے کی کیفیت ملاحظہ ہو:

یہ کہہ کے لبوں سے قند گھولے
مستی نے دلوں کے عقدے کھولے
کاوش پہ ہوا گہر سے الماس
غنچے نے بجھائی اوس سے پیاس
واں غنچہ یاسمین تھا گلنار
یاں دامن سرور ارغواں زار

واں صبح صفا تھی گل بداماں
پھولی رخ مہر پر شفق یاں
کیا آگے لکھوں کہ اب سردست
ہوتا ہے دوات میں قلم مست

یہی وہ طرز سخن ہے کہ جس کی وجہ سے اس طرح کے مناظر ومراحل کے بیان میں عریاں کیفیت سامنے آگئی ہے۔مثنوی کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ نسائی کرداروں کی پیشکشی پر زیادہ توجہ کی گئی ہے۔ نسوانی جذبات کے اظہارو بیان میں دیاشنکرنسیم کو واقعی قدرت بیان حاصل ہے۔لیکن ان نسوانی جذبات کے اظہارمیں وہ پوری طرح کامیابی حاصل نہیں کر سکے ہیں۔حالانکہ جذبات نگاری کے ایسے مراحل جابجاموجود ہیں۔مثلاً ذیل کے اشعار میں جہاں بکاولی پھول چرانے پرتاج الملوک پر غصے کا اظہار کرنا چاہتی ہے اور صاف ظاہر ہوجاتا ہے کہ یہ عتاب نہیں لگاوٹ کا ایک انداز ہے:

بولی وہ پری بصد تامل
کیوں جی تمہیں لے گئے تھے یہ گل
کیا کہتی ہوں میں ادھر تو دیکھو
میری طرف اک نظر تو دیکھو
ہے یا نہیں یہ خطا تمہاری
فرمایئے کیا سزا تمہاری

ان اشعار سے اس کی وضاحت بھی ہوتی ہے کہ نسیم نے حفظ مراتب کو بھی ملحوظ نہیں رکھا ہے۔لگاوٹ کے ناز وانداز کے مرحلوں کی وضاحت کے دوران کہیں کہیں لب ولہجہ بالکل سطحی اور پست ہوکر رہ گیا ہے۔ مثنوی میں اختصار پسندانہ میلان تو ہے مگر یہ اختصار کہیں کہیں بہت گراں گذرتا ہے۔خوش مذاقی کی جگہ بازاری رنگ نمایاں ہوگیا ہے۔مثنوی میں فوق الفطری عناصر تو ہیں۔گوشت پوست کے جو کردار لائے گئے ہیں وہ بھی عمل وحرکت کی قوت سے محروم ہیں۔ہاں لکھنوی رسوم وروایات کی آئینہ داری جابجا موجود ہے۔اور

ایسے موقعوں پر ہندو عقاید کے نقوش بھی گہرے ہو گئے ہیں۔ مثلاً ''شراپ'' دینے کی روایت ہندو دیو مالا میں موجود ہے۔اور یہ گویا مذہب کا ایک لازمی جزو ہے۔ بکاولی کو راجہ اندر، اس کی بے ج فرمائش پر یوں مخاطب کرتا ہے:

کھویا تجھے تیری آرزو نے
جا تیری سزا یہ ہے کہ تو نے
کی حرکت خلاف آئین
پتھر کا ہو، نصف جسم پائیں
اس سختی سے کچھ دنوں رہے تو
بعد اس کے خاک میں ملے تو
قالب ترا انقلاب کھائے
جامے میں تو آدمی کے آئے
بارہ برس اس طرح گذر کر
پھر تجھ کو ملے پری کا پیکر

گویا اگر چہ یہ مثنوی میر حسن کی ''سحرالبیان'' کے جواب میں لکھی گئی مگر اس کے اندر وہ شاعرانہ محاسن نمایاں نہ ہو سکے جنھوں نے میر حسن کی مثنوی کو قبولیت عام کی سند بخشی۔

Dr. H M Imran

Deptt. of Urdu,

S S College, Jehanabad

Contact: 9868606178